اُردو کی آخری کتاب

پطرس بخاری

(یہ مضمون محمد حُسین آزاد کی درسی کتاب ''اردو کی پہلی کتاب'' کے تین ابواب کی پیروڈی ہے۔ محمد حُسین آزاد کی کتاب سے اصلی متن نیچے دیا گیا ہے۔مترجّم)

ماں کی مُصیبت

ماں بچے کو گود میں لئے بیٹھی ہے۔ باپ انگوٹھا چوس رہا ہے اور دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ بچہ حسبِ معمول آنکھیں کھولے پڑاہے۔ ماں محبت بھری نگاہوں سے اس کے منہ کو تک رہی ہے اورپیار سے حسب ذیل باتیں پوچھتی ہے:

۱۔ وہ دن کب آئے گا جب تو میٹھی میٹھی باتیں کرے گا؟

۲۔ بڑا کب ہوگا؟ مُفصَّل لکھو۔

۳۔ دولہا کب بنے گا اور دلہن کب بیاہ کر لائے گا؟ اس میں شرمانے کی ضرورت نہیں۔

۴۔ ہم کب بڈّھے ہوں گے؟

۵۔ تو کب کمائے گا؟

۶۔ آپ کب کھائے گا؟ اور ہمیں کب کھلائے گا؟ باقاعدہ ٹائم ٹیبل بنا کر واضح کرو۔

بچّہ مسکراتاہے اور کیلنڈر کی مختلف تاریخوں کی طرف اشارہ کرتا ہے تو ماں کا دل باغ باغ ہوجاتا ہے۔ جب ننھا سا ہونٹ نکال کر باقی چہرے سے رونی صورت بناتا ہے تو یہ بے چین ہوجاتی ہے۔ سامنے پنگورا لٹک رہا ہے۔ سُلانا ہو تو افیم کھلا کر اس میں لٹا دیتی ہے۔ رات کو اپنے ساتھ سُلاتی ہے۔(باپ کے ساتھ دوسرا بچہ سوتا ہے) جاگ اُٹھتا ہے تو جھٹ چونک پڑتی ہے اور محلے والوں سے معافی مانگتی ہے۔ کچی نیند میں رونے لگتا ہے تو بے چاری مامتا کی ماری آگ جلا کر دودھ کو ایک اور اُبال دیتی ہے۔ صبح جب بچّے کی آنکھ کُھلتی ہے توآپ بھی اُٹھ بیٹھتی ہے۔ اس وقت تین بجے کا عمل ہوتا ہے۔ دن چڑھے مُنہ دُھلاتی ہے۔آنکھوں میں کاجل لگاتی ہے اور جی کڑا کرکے کہتی ہے کیا چاند سا نکھڑا نکل آیا۔ واہ واہ!

کھانا خود بخود پک رہا ہے

دیکھنا۔ بیوی آپ بیٹھی پکا رہی ہے۔ ورنہ دراصل یہ کام میاں کا ہے۔ ہر چیز کیا قرینے سے رکھی ہے۔ دھوئے دھائے برتن صندُوق پر چُنے ہیں تاکہ صندُوق نہ کھل سکے۔ ایک طرف نیچے اوپر مٹی کے برتن دھرے ہیں۔ کسی میں دال ہے اور کسی میں آٹا۔کسی میں چوہے۔ پھکنی اور پانی کا لوٹا پاس ہے تاکہ جب چاہے آگ جلالے، جب چاہے پانی ڈال کر بجھا دے۔ آٹا گُندھا رکھا ہے۔ چاول پک چکے ہیں۔ نیچے اُتار کر رکھے ہیں۔ دال چولہے پر چڑھی ہے۔ غرض یہ کہ سب کام ہوچکا ہے۔ لیکن یہ پھر بھی پاس بیٹھی ہے۔ میاں جب آتا ہے تو کھانا لا کر سامنے رکھتی

ہے۔ پیچھے کبھی نہیں رکھتی۔ کھا چکتا ہے تو کھانا اُٹھا لیتی ہے۔ ہر روز یوں نہ کرے تو میاں کے سامنے ہزاروں رکابیوں کا ڈھیر لگ جائے۔ کھانے پکانے سے فارغ ہوتی ہے تو کبھی سینا لے بیٹھتی ہے تو کبھی چرخا کاتنے لگتی ہے۔ کیوں نہ ہو؟ مہاتما گاندھی کی بدولت یہ ساری باتیں سیکھی ہیں۔ آپ ہاتھ پاؤں نہ ہلائے تو ڈاکٹر سے علاج کروانا پڑے۔

دھوبی آج کپڑے دھو رہا ہے

بڑی محنت کرتا ہے۔ شام کو بھٹی چڑھاتا ہے، دن بھر بیکار بیٹھا رہتا ہے۔ کبھی کبھی بیل پر لادی لادتا ہے اور گھاٹ کا رستہ لیتا ہے۔ کبھی نالے پر دھوتا ہے کبھی دریا پر ، تاکہ کپڑوں والے کبھی پکڑ نہ سکیں۔ جاڑا ہو تو سردی ستاتی ہے، گرمی ہو تو دھوپ جلاتی ہے۔ صرف بہار کے موسم میں کام کرتا ہے۔ دوپہر ہونے کو آئی، اب تک پانی میں کھڑا ہے اسے ضرور سرسام ہوجائے گا۔ درخت کے نیچے بیل بندھا ہے۔ جھاڑی کے پاس کتا بیٹھا ہے۔ دریا کے اس پار ایک گلہری دوڑ رہی ہے۔ دھوبی انھیں سے اپنا جی بہلاتا ہے۔

دیکھنا ، دھوبن روٹی لائی ہے۔ دھوبی کو بہانہ ہاتھ آیا ہے۔ کپڑے پٹڑے پر رکھ کر اس سے باتیں کرنے لگا۔ کتے نے بھی دیکھ کر کان کھڑے کیے۔ اب دھوبن گانا گائے گی۔ دھوبی دریا سے نکلے گا۔ دریا کا پانی پھر نیچا ہوجائے گا۔

میاں دھوبی! یہ کتا کیوں پال رکھا ہے؟ صاحب! کہاوت کی وجہ سے اور پھر یہ تو ہمارا چوکیدار ہے۔ دیکھیے! امیروں کے کپڑے میدان میں پھیلے پڑے ہیں۔ کیا مجال کوئی پاس تو آجائے۔ جو لوگ ایک دفعہ کپڑے دے جائیں پھر واپس نہیں لے جاسکتے۔ میاں دھوبی! تمہارا کام بہت اچھا ہے۔ میل کچیل سے پاک صاف کرتے ہو۔ ننگا پھراتے ہو ۔

سابق نقوش لاہور۔ پطرس نمبر

اُردو کی پہلی کتاب

محمد حسین آزاد

ماں کی محبّت

ماں بچے کو گود میں لئے بیٹھی ہے۔ باپ حقّہ پی رہا ہے اور دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ بچّہ آنکھیں کھولے پڑاہے۔ انگوٹھا چُوس رہا ہے۔ ماں محبّت بھری نگاہوں سے اس کے مُنہ کو تک رہی ہے ، اورپیار سے یہ کہتی ہے، میری جان! وہ دن کب آئے گا کہ میٹھی میٹھی باتیں کرے گا! بڑا ہوگا!۔ سہرا بندھے گا! دولہا بنے گا ! دُلہن بیاہ لائے گا! ہم بڑھے ہوں گے! تو کمائے گا! آپ کھائے گا! ہمیں کب کھلائے گا! بچّہ مسکراتاہے تو ماں کا دل باغ باغ ہوجاتا ہے۔ جب ننھا سا ہونٹ نکال کر رونی صورت بناتا ہے تو یہ بے چین ہوجاتی ہے۔ سامنے پنگورا لٹک رہا ہے۔ سُلانا ہوتا ہے تو اس میں لِٹا دیتی ہے۔ رات کو اپنے ساتھ سُلاتی ہے ۔جاگ اٹھتا ہے تو جھٹ چونک پڑتی ہے ۔ کچی نیند میں رونے لگتا ہے تو آدھی آدھی رات تک یہ بے چاری مامتا کی ماری لئے بیٹھی رہتی ہے۔ صبح جب بچّے کی آنکھ کُھلتی ہے تو آپ بھی اُٹھ بیٹھتی ہے۔ دن چڑھے مُنہ دُھلاتی ہے، آنکھوں میں کاجل لگاتی ہے، اور یہ کہتی ہے، کیا چاند سا مکھڑا نکل آیا! واہ وا واہ!

کھانا پک رہا ہے

دیکھنا! بیوی آپ بیٹھی پکا رہی ہے۔ ہر چیز کیا قرینے سے رکھی ہے۔ دھوئے دھائے برتن صندوق پر چُنے ہیں ۔ ایک طرف نیچے اوپر مٹی کے برتن دھرے ہیں۔ کسی میں دال ہے ،کسی میں آٹا، کسی میں چاول ۔ پھُکنی ، دَسپنا اور پانی کا لوٹا پاس ہے۔ آٹا گُندھا رکھا ہے۔ چاول پک چکے ہیں۔ نیچے اُتار کر رکھے ہیں۔ دال چولہے پر چڑھی ہے۔ نیچے آنچ ہو رہی ہے۔ آپ پاس بیٹھی ہے۔ کہ آگ نہ بُجھ جائے یا دال نہ جل جائے۔ اب چپنی اٹھائی ہے۔ دال دیکھ رہی ہے کہ گَل گئی ہو تو نیچے اُتار کر رکھے ، کرچھے میں گھی گرم کرے، کتَر کرپیاز ڈالے، جب لال ہو جائے تو دال بگھارے، پھر توَا چڑھائے، روٹی پکائے ۔ میاں جب آتا ہے تو کھانا لا کر سامنے رکھتی ہے ۔ کھا چکتا ہے تو کھانا اُٹھا لیتی ہے۔ کھانے پکانے سے فارغ ہوتی ہے تو کبھی سینا لے بیٹھی ہے تو کبھی چرخا کاتنے لگتی ہے۔ کیوں نہ ہو؟ بڑے سلیقے والی ہے۔ماں بہنوں کی بدولت یہ ساری باتیں سیکھی ہیں۔ آپ ہاتھ پاؤں نہ ہلائے تو گھر کا کام کیسے چلے؟۔

دھوبی آج کپڑے دھو رہا ہے

بڑی محنت کرتا ہے۔ شام کو بھٹّی چڑھاتا ہے۔ صبح بیل پر لادی لادتا ہے اور گھاٹ کا رستہ لیتا ہے۔ کبھی نالے پر دھوتا ہے کبھی دریا پر ۔ جاڑا ہو تو سردی ستاتی ہے۔ گرمی ہو تو دھوپ جلاتی ہے۔ دیکھو ! دوپہر ہونے آئی، اب تک پانی میں کھڑا ہے۔کپڑے چھانٹ رہا ہے۔ چھوا چھو برابر کر رہا ہے ۔ درخت کے نیچے بَیل بندھا ہے۔ جھاڑی کے پاس کُتّا بیٹھا ہے۔ دریا کے دونوں طرف کیسی ہریاول ہے ۔ دیکھ کر جی خوش ہوتا ہے۔

دیکھنا ! دھوبن روٹی لائی ہے۔دھوبی کپڑا پٹڑے پر رکھ کر اس سے باتیں کرنے لگا۔ کُتّے نے بھی دیکھ کر کان کھڑے کئے۔اب دھوبی دریا سے نکلے گا۔ درخت کے نیچے چھاؤں میں بیٹھ کر روٹی کھائے گا۔

میاں دھوبی! یہ کُتّا کیوں پال رکھا ہے؟ صاحب! یہ تو ہمارا چوکیدار ہے۔ دیکھیے! امیروں کے کپڑے میدان میں پھیلے پڑے ہیں۔ کیا مجال کوئی پاس تو آجائے۔میاں دھوبی! تمہارا کام بہت اچھا ہے۔ میل کچیل سے پاک صاف کرتے ہو۔ اُجلے کپڑے پہناتے ہو۔